محمد عمر فاروق

استعماری ایجنٹ اور ان کا محاسبہ

دنیا کے اکثر ممالک چند عشرے پہلے تک صیہونی خفیہ تنظیم "فری میسن" کی آہنی گرفت میں تھے۔ حکومتیں بنانا اور گرانا فری میسن کا دل پسند مشغلہ تھا۔ جس کے ذریعے صیہونیوں نے جہاں مادی وسائل اور غادات حاصل کئے۔ وہیں اپنے مخصوص نظریات کو پھیلا کر اپنے مقاصد حاصل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ آج فری میسن کے فرائض سی آئی اے نبھا رہی ہے اور یہود و نصاریٰ متحد ہو کر غیر عیسائی دنیا اور خصوصاً عالم اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف ہیں۔

برصغیر میں بہادر شاہ ظفر کے اقتدار کا سورج زوال پذیر ہوا تو برطانوی استعمار کا تسلط قائم ہوا۔ لیکن اسے یہاں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ برصغیر کے عوام جن میں مسلمان نمایاں تھے۔ انگریز کی حاکمیت کو تسلیم نہ کرنے کا عہد کئے ہوئے تھے۔ جس کا خونریز مظاہرہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی صورت میں رونما ہوا۔ تحریک آزادی کو کچل دیا گیا۔ لیکن انگریزی استبداد کے خلاف مسلمانوں کے جذبات ٹھنڈے نہ کئے جاسکے۔ آزادی کے بھڑکتے ہوئے شعلے مکمل طور پر سرد نہ ہوسکے۔ مسلمان سردھڑ کی بازی لگا کر فرنگیوں کے مقابلے میں مورچہ زن تھے اور برطانوی کالونی ازم کا طوق غلامی گلے میں ڈالنے سے انکاری تھے۔

ان حالات میں انگریزوں کو ایک اور راہ سجھائی دی اور اس منصوبے میں انہوں نے اپنی حکومت کی حمایت کے لئے ایک ہندوستانی نبی کا انتخاب کرنا تھا۔ جس کی تفصیل انڈیا آفس لائبریری لندن کے ریکارڈ میں "THE ARRIVAL OF BRITISH EMPIRE IN INDIA" (برطانوی حکمرانوں کی ہندوستان میں آمد) کے عنوان سے موجود ہے۔ سامراجیوں نے اس کام کے لئے قادیان کی مغل برلاس فیملی کے ممبر مرزا غلام احمد قادیانی کو چنا جو اس وقت سیالکوٹ کچہری میں عرضی نویسی کرتا تھا۔ مرزا آنجہانی نے اپنے عیسائی آقاؤں کی خواہش کے مطابق اصلاحی تحریک کے پردے میں صیہونی ازم کے لئے کام کا آغاز کیا۔ انہوں نے ۱۸۹۱ء میں امام مہدی پھر مسیح موعود اور آخر میں ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کر کے صیہونی منصوبے کی تکمیل کر دی۔ مرزا غلام قادیانی نے انگریزوں کی حمایت میں الہام اور بشارتیں سنائیں اور حکومت کو "اولی الامر" قرار دے کر انگریزوں کے خلاف جہاد کے حرام ہونے کا اعلان کیا۔ قادیانیت کے خدوخال کا جائزہ لینے کے لئے انگریز مصنف ایچ۔ اے۔ والٹر کی کتاب (احمدیہ تحریک) "THE AHMADIAA MOVEMENT" بہت مفید ہے۔

مرزا غلام قادیانی کی عبرتناک موت کے بعد ان کے جانشینوں حکیم نورالدین بھیروی اور مرزا بشیر الدین محمود نے قادیانی جماعت کی باگ ڈور سنبھالی اور سامراجیوں کے تابع مہمل بن کر امت مسلمہ کی بربادی میں غدارانہ کردار ادا کرتے رہے۔ انگریزوں اور یہودیوں نے ہندوستان کے علاوہ بیرونی ممالک اسلامیہ میں

ان سے جاسوسی کا کام بھی لیا، سقوط بغداد و شام، خلافت عثمانیہ کے خاتمے اور اسرائیل کے قیام میں قادیانیوں نے انتہائی شرمناک کردار ادا کیا۔ حتیٰ کہ آج بھی اسرائیل میں قادیانی مشن کام کر رہا ہے۔

قادیانیت دراصل ایک سیاسی تحریک ہے۔ جسے انگریز نے مذہبی فرقہ اور تحریک بنا کر پیش کیا۔ قادیانیوں نے مذہبی بہروپ بنا کر ملت اسلامیہ کے شیرازے کو بکھیرا۔ جس سے مسلمان مختلف گروہوں میں تقسیم ہوئے اور انگریز بہادر کا اقتدار مضبوط ہو گیا۔ قادیانیوں نے ہر اُس فرد اور تحریک کی حمایت کی جو اسلام کی مرکزیت و عظمت اور مسلمانوں کی قوت پر ضرب لگا کر انہیں نقصان پہنچا سکتی تھی۔ آج بھی قادیانی بیرونی سرپرستوں کے اشارے پر "این جی اوز" جیسے اداروں میں گھس کر پاکستان اور اسلام کو عالمی سطح پر بدنام کرنے میں مصروف ہیں۔

ربوہ جو قرآنی نام ہے۔ جسے قادیانیوں نے سر فرانس موڈی (آخری انگریز گورنر پنجاب) کے زیر سایہ استعمال کرنا شروع کیا۔ گزشتہ دنوں پنجاب اسمبلی نے ربوہ کے نام کی تبدیلی کی متفقہ قرارداد منظور کی۔ جس سے قادیانیوں میں کھلبلی مچ گئی اور قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر احمد کے اس بیان پر کہ "ربوہ کے نام کی تبدیلی کا نتیجہ ہمارے حق میں نکلے گا" راقم الحروف نے ۱۴، دسمبر ۱۹۹۸ء کو "روزنامہ اوصاف اسلام آباد" میں "مرزا طاہر احمد کی خوش فہمی" کے عنوان سے ایک کالم لکھا۔ (جو ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان کے شمارہ جنوری ۱۹۹۹ء، میں بھی شائع ہوا) جس میں بحوالہ ثابت کیا گیا تھا کہ قادیانی لیڈروں کے ایسے بیانات ہمیشہ ان کے دعووں کے برعکس نتائج پر منتقطع ہوئے ہیں۔ جس پر "شاہد جاوید ارشد" نامی قادیانی کا طویل مکتوب "اوصاف" میں "ایڈیٹر کی ڈاک" میں شائع ہوا۔ احقر بخوبی جانتا ہے کہ اس نام کے پردے میں کون ہے اور یہ ڈور کہاں سے ہلائی جا رہی ہے۔ انہیں خبر رہے کہ ان شاء اللہ العزیز ان کا محاسبہ و تعاقب تادم واپسیں جاری رہے گا۔

بہرحال اس مکتوب میں میرے پیش کئے گئے دلائل کا جواب دینے کی بجائے سارا زور قلم یک لفظی بحث پر صرف کیا گیا ہے۔ مکتوب کا خلاصہ یہ ہے کہ

"آپ نے ربوہ کے نام کی تبدیلی کو قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل قرار دیا ہے۔ گویا اب قادیانیت کا مسئلہ ختم ہو گیا ہے۔ پہلے بھی علماء نے قادیانیوں کے خلاف مختلف قوانین کے نفاذ پر انہیں قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل قرار دیا تھا لیکن پھر وہ مزید تحریکیں کیوں چلاتے رہے"۔

مکتوب نگار کے جواب میں مختصراً عرض کرتا ہوں کہ واقعی ربوہ کے نام کی تبدیلی قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل نہیں ہے۔ بلکہ آخری کیل تب ٹھونکی جائے گی جب منکرین ختم نبوت کو قانوناً مرتد قرار دے کر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عمل کو نقش قدم بنایا جائے گا۔ جیسا کہ علامہ محمد اقبال نے نذیر نیازی کے نام ایک خط میں لکھا تھا کہ

"ختم نبوت کے معنیٰ یہ ہیں کہ کوئی شخص بعد اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزا نبوت

کے موجود ہیں۔ یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل۔ مسیلمہ کذاب کو اسی بنا پر قتل کیا گیا تھا ("انوار اقبال" ۔ از بشیر احمد ڈار۔ صفحہ ۴۵،۴۶)

اگر علماء نے ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی کے فیصلے کے بعد یہ کہا تھا کہ اب نوے سالہ مسئلہ حل ہو گیا ہے تو اس سے ان کا مطلب قطعاً یہ نہیں تھا کہ اب قادیانیت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ بلکہ ان کی مراد یہ تھی کہ گزشتہ نوے سال سے غیر مسلم اقلیت قرار نہ دیئے جانے کی وجہ سے قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہے تھے۔ اب غیر مسلم قرار دیئے جانے پر ارتداد اور اسلام کا مسئلہ واضح ہو کر حل ہو گیا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ اگر مسلمان رہنماؤں کے تمام مطالبات منظور ہو جاتے تو قادیانیت کا ناسور جڑ سے اکھڑ جاتا اور حقیقتاً قادیانیت کے تابوت میں آخری کیل بھی "ٹھک" جاتی۔

قادیانیوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا مطالبہ محض مولویوں کا مطالبہ نہ تھا بلکہ یہ امت مسلمہ کی اجتماعی آواز تھی۔ کیا سر سید، بانیٔ پاکستان محمد علی جناح، علامہ اقبال، ظفر علی خان، چودھری افضل حق، شورش کاشمیری، مرتضیٰ احمد خان میکش ذوالفقار علی بھٹو اور ضیاء الحق جیسے حضرات جنہوں نے قادیانیت سے اختلاف کیا اور چند حضرات کے سوا ان میں سے اکثر کی زندگی منکرین ختم نبوت کے خلاف عرصۂ جہاد میں گزری کیا یہ سب مولوی تھے؟ ہر گز نہیں بلکہ یہ سب جدید تعلیم یافتہ طبقے سے تعلق رکھتے تھے۔

مکتوب نگار نے فرقہ واریت کے خاتمے کا بھی درس دیا ہے۔ ان کے لئے وفاقی وزیر مذہبی امور راجہ ظفر الحق کا "اوصاف" سے انٹرویو میں کہا گیا یہ جملہ ہی کافی ہو گا کہ

"حالیہ فرقہ وارانہ فسادات کے پس پردہ وہ ہاتھ کار فرما ہے۔ جسے ۱۹۷۴ء میں غیر مسلم قرار دیا گیا تھا"

علاوہ ازیں مکتوب نگار نے ربوہ کو گلاب کا پھول قرار دیا ہے کہ "گلاب کو جس نام سے پکار لیں وہ تو گلاب ہی رہے گا" تو جناب ربوہ واقعی گلاب ہے کیونکہ یہ قرآنی نام ہے اور جو گلشن اسلام میں کھلا ہے۔ لیکن اب بد قسمتی سے قادیانیوں نے اسے چرا لیا ہے۔ (چوری کرنا اس طبقۂ خبیثہ کی فطرت ہے کہ نبوت چرانے سے بھی دریغ نہ کیا) مسلمان اسے واپس لے کر قادیانیوں کو ان کے شہر کے اصل نام "چک ڈھگیاں" سے ہی پکارنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ گلاب گلاب ہے اور چک ڈھگیاں، چک ڈھگیاں ہے۔ نام ہی پہچان کا ذریعہ ہوتا ہے اور ربوہ کا اصل نام تو اسم بامسمّٰی ہے اسے اختیار کرنے سے احتراز کس لئے ہے۔! ظفر علی خان مرحوم نے سچ کہا تھا۔

مسیلمہ کے جانشین، گرہ کٹوں سے کم نہیں
کتر کے جیب لے گئے، پیمبری کے نام پر